مفتی محمد مصباح الدین قاسمی*

بحث و نظر

خاص برائے الحق

رؤیت ہلال......اختلاف مطالع اور فلکی حساب

رؤیت ہلال کا موضوع دینی مسائل میں ایک مستقل بحث ہے۔ فقہا کی ایک بڑی جماعت نے اس بحث میں ہر دور میں حصہ لیا ہے۔ عصر حاضر میں سائنس کی ترقی اور ذرائع ابلاغ کے فروغ نے اس مسئلہ کو بعض جہات سے از سر نو ابھار دیا ہے، اور بسا اوقات تو یہ 'علمی موضوع' ایک نزاعی بحث کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس صورتحال نے اس بات کی ضرورت پیدا کر دی ہے۔ کہ حالات کے نئے تناظر میں اس باب کی اصل نصوص اور فقہا کے اجتہادات کی تفہیم جدید کی جائے۔ زیر نظر مقالہ اسی غرض کی تکمیل میں فقہ اکیڈمی آف انڈیا(۱) کے جاری کردہ سوالنامہ کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے۔

اسلام کا فلسفہ توقیت برائے عبادت انسان اپنی غیر اختیاری زندگی میں اسی طرح خالق کائنات کے نظام تکوین کا پابند ہے جس طرح دیگر مخلوقات ہیں۔ لیکن اپنی اختیاری زندگی میں وہ خدائے تعالیٰ کے نظام تشریع کا مخاطب ہے۔ تشریعی نظام کی رو سے اسکا مقصد وجود 'عبادت' ہے۔ عبادت میں اطاعت بھی شامل ہے۔ جو کہ زندگی کے ہر لمحہ میں مطلوب ہے۔ مگر عبادات محضہ یعنی خالص عبادتیں وقفہ وقفہ اور وقتاً فوقتاً مشروع ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے۔ ان الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتاً (النساء ٤: ١٠٣) (۲) نماز کی طرح روزہ حج اور زکوٰۃ بھی کتاب موقوت ہیں یعنی انہیں وقت وقت سے ادا کیا جاتا ہے۔ اسوقت کی شناخت کیلئے شریعت نے ان عبادات کو کرہ ارض پر برسر عمل نظام توقیت سے وابستہ کر دیا ہے تاکہ اوقات کی تبدیلی کے ساتھ یہ ہمیشہ ادا کی جاتی رہیں۔

ان عبادات میں سے نماز کی ادائیگی ہر روز پنجگانہ مطلوب ہے اسکے لئے شمسی آثار کو میقات بنایا گیا ہے۔ فرمایا: اقم الصلوٰة لدلوك الشمس إلى غسق الليل وقرآن الفجر (الاسراء ١٧: ٧٨) (۳) دن و رات اور اس کے مختلف پہروں کا تعلق سورج سے ہے۔ چنانچہ اسکے لئے آفتاب ہی حقیقی تکوینی میقات بن سکتا

---

* شعبہ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا

تھا۔ ایک دن میں سورج کا عروج و زوال مکمل ہو جاتا ہے اور لوگوں کے لئے اس عروج و زوال کے آثار آسمان پر پوری طرح ظاہر ہوتے ہیں۔

روزہ ، حج اور زکوٰۃ شریعت میں سالانہ کسی مخصوص مہینے میں مطلوب ہیں۔ ان کیلئے قمری مظاہر کو میقات قرار دیا گیا۔ فرمایا یسئلونک عن الاهلة ، قل هی مواقیت للناس والحج (البقرہ ۲ : ۱۸۵) (۴) یہ گویا اسلامی تقویم کی اس بنیاد کا اعلان ہے کہ تمام مہینوں کیلئے میقات ہلال ہے نہ کہ سورج۔ اس طرح اسلامی تقویم ہلالی تقویم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ماہ و سال کی تعین کیلئے چاند ہی حقیقی تکوینی میقات بن سکتا تھا(۵)۔ سورج کے برعکس چاند کے عروج و زوال کے مظاہر ہر ماہ آسمان پر پوری طرح نمایاں ہوتے ہیں اور ایک سال میں اسکا عروج و زوال بارہ مرتبہ میں مکمل ہو جاتا ہے۔ کتاب الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال میں بارہ مہینے ہی مقرر ہیں۔ یہی اللہ کی دائمی تقویم ہے : ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السماوات والارض ، منها اربعة حرم ، ذلك الدين القيم (التوبہ ۹ : ۳۶) (۶) قرآن کے بیان کے مطابق سورج اور چاند دونوں ایک محکم حسابی نظام کے تحت محو گردش ہیں۔ یہ گردش اتنی معین اور یقینی ہے کہ علم ہیئۃ الافلاک نے اس کی رفتار کا حساب پوری قطعیت کے ساتھ منضبط کر لیا ہے۔ یہ حساب سکنڈ کے ہزارویں لاکھویں حصے تک دنیا کے ہر خطہ کے لئے بالکل درست طور پر معلوم ہو جاتا ہے اسطرح خالق فطرت نے شب و روز کیلئے آفتاب کو اور ماہ و سال کے شمار کے لئے ماہتاب کو موزوں کیا ہے۔ لہٰذا نماز کے لئے شمسی کیلنڈر اور روزہ و حج و زکوٰۃ کے لئے ہلالی کیلنڈر مرتب کیا جاسکتا ہے(۷) اس سلسلہ میں قرآن کے متعدد ارشادات ہیں : والشمس والقمر بحسبان (الرحمان ۵:۵۵) كل يجرى لا جل مسمى (الرعد ۵:۱۳) والشمس تجری لمستقرلها، ذلك تقدير العزيز العليم، والقمر قدرنه منازل ، حتی عاد كالعرجون القديم (یسین ۳۶: ۳۹،۳۸) هو الذى جعل الشمس ضياء والقمر نورا و قدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب (یونس ۵:۱۰) وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل و جعلنا آية النهار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربكم و لتعلموا عددالسنين والحساب (الاسراء ۱۲:۱۶) (۸)

مصالح توقیت

اسلامی عبادات کیلئے شمسی یا قمری دونوں میقاتوں کی تعیین پانچ بنیادی اصولوں اور مصالح و حکم پر مبنی ہے۔

(۱) تشریع و تکوین میں ربط اور مطابقت و موافقت عبادت نظام تشریع کا حصہ ہے اور وقت نظام تکوین کا عبادت کو وقت سے وابستہ کر کے عالم تشریع اور عالم تکوین میں ایک گہرا ربط قائم کر دیا گیا ہے۔ کائنات کی ہر شے اور

سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی تکوینی عبادت، صلات و تسبیح (۹) اور سجدے میں مصروف ہیں۔ تکوینی وقت سے وابستہ ہو کر انسان بھی ان ہی کے ساتھ اپنی تشریعی صلات و تسبیح اور سجدے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اسطرح پوری کائنات بشمول انسان باجماعت ہو جاتی ہے۔ تکوین و تشریع دونوں عالم میں ایک مقصدی ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ متعین شریعت اور کائنات کا دوطرفہ باہمی ربط قائم ہو جاتا ہے تکوین کا ہر تغیر کائنات کی یاد کی نشانی بن جاتا ہے یہ ایک قسم کی تکوینی تزکیہ و ترغیب ہوتی ہے جو انسان کیلئے تذکر کا سامان بن جاتی ہے وہ ذکر الٰہی میں لگ جاتا ہے۔ قدرت کے جلوؤں کو دیکھ کر خالق کی عظمت کا احساس ابھرتا ہے اور منادی پکار اٹھتا ہے: اللہ اکبر اللہ اکبر شمس و قمر کا یہ پیہم تغیر بزبانِ حال ایک ندائے تکوینی وبصری (Visual call) ہے جس کا جواب بزبانِ قال اذان تشریعی وصوتی (Audio call) ہے۔ اس طرح وقت اور عبادت کا یہ تعلق فی الواقع عالم تشریع و تکوین میں ایک روحانی اور زندہ ربط تشکیل دیتا ہے۔ اور خالق کی جانب سے آثار شمس و قمر کے ذریعہ ندائے عبادت ابھر ابھر کر مکلفین کو مخاطب کرتی رہتی ہے۔

اگر اوقات عبادت کو مظاہر فطرت سے وابستہ نہ کیا جاتا تو تکوین سے تشریع کا زندہ ربط ختم ہو جاتا، خالق کی عبادت کرتے وقت اللہ کے بندے ندائے تکوین نہ سن پاتے۔ خطاب تشریعی کے متوجہ ہونے کی کوئی علامت کائنات میں نہ ابھر پاتی۔ (۱۰)

(ب) <u>یسر اور سہولت شریعت کا مزاج ہے۔</u> اللہ تعالیٰ کی یہ شریعت مقصد اور وسیلہ دونوں اعتبار سے یسر، سہولت اور استطاعت پر مبنی ہے، اس سلسلہ میں قرآن کے متعدد بیانات ہیں فرمایا:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها (البقرہ ۲: ۲۸۶) وما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج ۲۲: ۷۸) یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا (النساء ٤: ۲۸) خاص روزہ کی بابت فرمایا یرید بکم الیسر (۱۱) ولا یرید بکم العسر (البقرہ ۲: ۱۸۵)

حج کے سلسلہ میں فرمایا:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع إلیه سبیلا (آل عمران ۳: ۹۷) (۱۲)

اسطرح نہ صرف یہ کہ خود عبادات سہل العمل ہیں بلکہ اس کے وسائل اور متعلقات بھی سہل الحصول ہیں۔ اللہ کی ہر عبادت ہر عہد اور ہر علاقہ کے لئے قابل عمل ہے اور اسکی شرائط ہر مکلف کے لئے میسر اور مہیا ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ نمازوں کے باب میں شمس آثار کے بجائے حساب اور گھڑی اور کیلنڈر کو میقات قرار دیتا اور روزہ و حج و زکوٰۃ کے لئے فلکیاتی کیلنڈر کو میقات بنا دیتا تو یہ شریعت کے مزاج یسر کے خلاف ہوتا۔ حساب کتاب، گھڑی اور کیلنڈر خصوصی ماہرین کی محتاجی اور اخراجات کی گرانباری کا اضافہ ہو جاتا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

(ج) فطریت اور سادگی شریعت کی روح ہے　اللہ کی شریعت مقصد و وسیلہ دونوں اعتبار سے فطرت پر مبنی ہے۔ فطرة الله التی فطرالناس علیها (الروم ۳۰:۳۰) [۱۳] اس لئے اس نے عبادات کے لئے قدرتی اور سادہ طریقہ کار تجویز کیا ہے۔ اگر نماز کے لئے دن کے مختلف و متنوع قدرتی پہروں کی تقسیم کی بجائے کم وبیش پانچ پانچ گھنٹے کی گھڑی کی مصنوعی حسابی تقسیم کی جاتی اور روزہ کے لئے دن کے بارہ بارہ گھنٹے کی تقسیم ہوتی تو اس میں فطریت اور سادگی نہ ہوتی بلکہ مشینیت اور مصنوعیت ہوتی۔ اسی طرح مہینوں میں سال کی تقسیم اگر آسمان کے قدرتی آثار و مظاہر کے بجائے حساب پر رکھی جاتی تو یہ خالص حسابی تقسیم ہوتی جیسا کہ شمسی کیلنڈر ہے۔

(د) تنوع انسانی فطرت کی طلب ہے　نمازیں دن کے ہر پہر میں فرض کی گئیں جس سے عبادت گزار انسان ہر طرح کی کیفیت واحوال سے گذرتا اور محظوظ ہوتا ہے۔ سالانہ عبادتیں قمری مہینوں سے وابستہ کی گئیں جو ایک خاص حساب کیساتھ ہر شمسی موسم میں گشت کرتے رہتے ہیں۔ اسطرح یہ عبادات ہر موسم کی مخصوص کیفیات واثرات کے ساتھ ادا ہوتی رہتی ہیں۔ انسان کی فطرت میکانکی یکسانیت سے گریز کرتی ہے کیونکہ یہ اسکے لئے اکتاہٹ کا سبب بنتی ہے جبکہ تنوع تازگی کا سبب بنتا ہے اگر سالانہ عبادتوں کیلئے قمری میقات نہ اپنایا جاتا تو ہر عبادت ہمیشہ ایک ہی موسم میں واقع ہوتی اور موسم کا تنوع نہ پیدا ہوتا۔

(ہ) عباداتی کوائف میں عالمی مساوات　قمری میقات کے نتیجہ میں تمام مسلمانانِ عالم کو عبادت کی ادائیگی کیوقت موسمی کیفیات میں یکساں طور پر باری باری شریک ہونے کا موقع ملتا ہے۔ عالم انسانیت کا کوئی گروہ اور خطہ ارض کا کوئی علاقہ اپنی عبادات کے معاملہ میں کسی موسم سے محروم نہیں رہتا۔ بصورت دیگر ہر جگہ کے لوگ ہمیشہ کسی ایک ہی مخصوص موسم میں عبادت کے پابند ہوتے اور اسکی بنا پر دیگر مسلمانوں کے ساتھ دوسرے موسم میں عبادات کے احساسات میں شریک نہ ہو پاتے۔ ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب کے وصف عالمگیریت کے یہ سراسر خلاف تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی عبادات میں بھی انسانی برادری کے درمیان مساوات وعدل کو قائم رکھا۔

خلاصہ یہ کہ اسلام دین فطرت، دین یسر، دین تنوع واعتدال اور دینی عدل و مساوات ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ خالق تکوین کا بنایا ہوا دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا نظام توقیت برائے عبادات بیک وقت ان ساری خوبیوں کا جامع ہے۔ اس تمہیدی گفتگو کے بعد آیئے اب سوالنامہ کے ایک ایک سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں۔

محور اول --- س ۱:　رؤیت کے سلسلہ میں مطالع ہلال کا اختلاف شرعاً معتبر ہوگا یا نہیں؟

اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ رؤیت کے احکام میں اختلاف مطالع کا یقینی طور پر لحاظ کیا جائیگا۔ عدم اعتبار کیلئے شریعت میں کوئی بنیاد نہیں بلکہ عدم اعتبار کی یہ رائے محض ایک خطاء فاحش ہے۔

یہ ایک تسلیم شدہ طبعی حقیقت ہے کہ پورے روئے زمین پر ہر جگہ ایک ہی دن رؤیت ہلال ممکن نہیں۔ بلکہ اول ماہ میں کسی معین دن کرۂ ارض کے صرف نصف یا اس سے کم حصہ ہی میں ہلال قابل رؤیت ہو سکتا ہے کیونکہ ایک دن جس نصف الارض پر ہلال طلوع ہو گا اس روز دوسرے نصف پر عدم رؤیت یقینی ہو گی۔ غرض پوری دینا میں لازمی طور پر دو مطالع ہلال اور دو ایام رؤیت واقع ہونگے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ ابر و غبار وغیرہ کے عارضی واقع کی بناء پر رؤیت والے دن کسی جگہ عملاً رؤیت نہ ہو پائے۔

اب سوال یہ ہے کہ مطلع غیر (مطلع اول) کی رؤیت (مطلع ثانی کے لیے) ایک دن پیشگی موجب صوم ہے یا نہیں؟ اس سوال کا صحیح جواب پانے کیلئے ضروری ہے کہ قرآن میں روزہ سے متعلق وارد آیات اور رؤیت کی بابت احادیث کا ایک تجزیاتی اور تحقیقی مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ ان نصوص کا منطوق و مفہوم کیا ہے۔

تین بنیادی آیتیں: تجزیہ اور تشریح مسئلہ زیر بحث میں بنیادی آیتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ یاایها الذین امنوا کتب علیکم الصیام (تم پر روزے فرض کے گئے) کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ ۲: ۱۸۳)

۲۔(ا) ایا ما معدودات (گنتی کے چند دن)

(ب) فمن کان منکم مریضا أوعلى سفر فعدة من ایام أخر -- وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین ، فمن تطوع خیرا فهو خیرله، وان تصوموا خیرلکم ان کنتم تعلمون (۱۸٤)

۳۔(ا) (شهر رمضان) الذی انزل فیه القرآن هدی للناس و بینات من الهدی والفرقان (رمضان کے مہینہ میں)

(ب) (فمن شهد منکم الشهر فلیصمه) (تو تم میں سے جو لوگ شہود شہر کریں وہ اس مہینے کا روزہ رکھیں)

(ج) ومن کان مریضا أوعلى سفر فعدة من ایام أخر،

(د) (یرید الله بکم الیسر ولا یریدبکم العسر) ولتکملوا العدة ولتکبروا الله علی ماهداکم ولعلکم تشکرون (۱۸۵) (اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ سہولت چاہتا ہے وہ تمہارے لئے صعوبت نہیں چاہتا)

مذکورہ آیات کی مختصر تشریح یہ ہے کہ:

☆ آیت ۱۸۳ (کتب علیکم الصیام) تمام اہل ایمان پر عمومی اور دائمی طور پر فرضیت صیام کا اعلان کرتی ہے

یہ آیت محکم اور نا قابل نسخ ہے۔ فرضیت صیام کی اصل نص یہی ہے۔

آیت ۱۸۴ کی جگہ بعد میں آیت ۱۸۵ لائی گئی ہے ان آیات کی شق الف۔ ایاما معدودات اور شہر رمضان نیز شق ب۔ فمن کان منکم الخ اور شق ج۔ ومن کان منکم الخ باہم ایک دوسرے کے متوازی ہیں۔

آیت ۱۸۵ شق الف (شہر رمضان الذی الخ) کا مقصد روزہ کیلئے ماہ رمضان کو مخصوص کرنے کی حکمت کابیان ہے (۱۴) اور 'ایاما معدودات' کے اجمال کی تفسیر بھی ہے۔

آیت ۱۸۵ شق ب (فمن شهد منكم الشهر فليصمه) میں شہود رمضان کو بنائے حکم قرار دینے کابیان ہے۔ دراصل یہی شق زیر بحث موضوع سے براہ راست متعلق ہے۔

آیت ۱۸۵ شق ج (ومن کان مریضا الخ) اپنے متوازی شق ب آیت ۱۸۴ کا حکم کے حذف کیساتھ اعادہ ہے (۱۵) اور فی الحقیقت یہی شق اس آیت کو سابق آیت کی طرف راجع اور اس سے مربوط کرتی ہے۔ (۱۶) اس شق کے اعادہ کا اصل مقصد مریض و مسافر کی دو اختیاری رخصتوں یعنی 'عدة من ایام اخر' اور 'فدیۃ طعام مسکین' میں سے فدیہ کی رخصت کو منسوخ کرنا ہے (۱۷) اور اسی سے ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے (۱۸) کہ باوجود اسکے کہ مریض و مسافر کو شہود شہر حاصل ہوا نکے لئے 'فعدة من ایام اخر' کی سابق رخصت اب بھی موجود ہے۔

آیت ۱۸۵ شق د (یرید الله بکم الیسر الخ) میں ایک اہم بات یہ بیان ہوئی ہے کہ عام تشریع کی طرح باب صیام کے احکام میں اللہ تعالیٰ کو اس امت کے ساتھ خصوصی طور پر یسر پیش نظر ہے عسر ہرگز نہیں۔

<u>آیۃ الشہود کی جامع تشریح</u> مذکورہ تشریح کے مطابق آیت شہود فمن شهد منكم الشهر فليصمه (تم میں سے جو لوگ شہود کریں وہ روزہ رکھیں) مسئلہ زیر بحث میں قرآن کا ایک اہم بیان ہے اور احادیث رؤیت تمام تر اسی آیت کی فقہی تفسیر اور عملی تشریح ہیں۔ لہذا پہلے اسی آیت کا معنی و مراد متعین کرنا ضروری ہے۔

<u>آیت شہود کی لغوی تحقیق</u>: لفظ شہود کا اصل مشاہدہ و معائنہ ہے اسی سے شہادۃ ہے جو غیب کی ضد ہے شہود بمعنی حضور اسی معنی اصل کی توسیع ہے۔ اس لئے حضور و ادراک کا مفہوم مشاہدہ و معائنہ میں خود بخود شامل ہے۔

<u>شہود کا معنی۔</u> فعل شہود اگر مفعول کی طرف متعدی ہو تو مفعول کی نوعیت کے اعتبار سے لغت میں اسکے دو معنی آئے ہیں۔

(۱) اگر اسکا مفعول 'مکان' ہو تو معنی ہوتا ہے 'حاضر ہونا' جیسے شهد المجلس ای حضرة[۱۸] اور کبھی اسکا مرادی معنی 'پانا' ہوتا ہے۔ جیسے شهد الجمعة ای ادرکها[۲۰] لیکن مرادی معنی کی صحت کیلئے ضروری ہے کہ پہلے فعل اپنے لغوی معنی میں صحیح ہو جیسا کہ اس مثال میں ہے۔

(۲) اگر شھود کا مفعول کوئی شے یا کوئی واقعہ ہو تو معنی ہوتا ہے: مشاہدہ کرنا جیسے شهد الشئى او الحادث ای عاينه۔[۲۱]

شهد الشهر بمعنی حضر الشهر یعنی مہینے کو حاضر ہونا درست نہیں

بعض مفسرین نے[۲۲] شهد الشهر کا معنی حضر الشهر یعنی ادرک الشہر (الشہر بمعنی مفعول) لیا ہے لیکن یہ معنی موزوں نہیں ہے کیونکہ کسی زمانہ کے ساتھ فعل حضر کا عام استعمال حضر الوقت، حضر الشہر (الشہر بمعنی فاعل) ہے۔ یا پھر وقت کے ساتھ اسکا صحیح استعمال بمعنی ظرف حرف الجر "فی" کے ساتھ ہے یعنی حضر فی شهر رمضان۔ حضر کا مفعول کسی صورت میں زمانہ نہیں آتا۔ آیات صیام کا نظم کلام بھی اس کی تائید کرتا ہے، کیونکہ یہ معنی کتب عليكم الصيام ، اياما معدودات أی شهر رمضان کے ذریعہ پہلے ہی ادا ہو چکا ہے۔ اسکے لئے الگ سے ایک مستقل فقرہ لانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

شهد الشهر بمعنی حضر المصر فی الشهر یعنی مہینے میں مقیم ہونا درست نہیں:

بعض مفسرین نے شهد الشہر کا معنی حضر المصر فی الشہر لیا ہے۔ شھد سے مراد حضر المصر یعنی مقیم ہونا انکے نزدیک اس قرینہ کی بنیاد پر ہے کہ اگلی آیت میں مسافر کا بیان ہے جسکا مقابل مقیم ہوتا ہے نیز سفر کی ضد حضر ہے اور کبھی بعض قرائن کی بنیاد پر 'شاہد' کا مطلب 'مقیم' بھی ہوتا ہے۔

اس معنی کو اختیار کرنے کی اصل وجہ غالبًا یہ ہوئی کہ معنی اصلی یعنی عاین الشہر لینے کی صورت میں منکم کے دون (۲۳) بعض مصداق ان کے نزدیک معین نہیں ہو سکا۔ صاحب لسان العرب کا خیال بھی یہی ہے

قوله عزوجل : فمن شهد منكم الشهر فليصمه ، معناه من شهد منكم المصر فی الشهر ،لا يكون الا ذالك لان الشهر يشهده كل حی فيه ...... المعنى: فمن شهد منكم فی الشهر ای كان حاضر اغير غائب فی سفره[۲۴]

صاحب لسان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "تم میں سے جو اس مہینہ کا شھود کرے معنی تم میں سے جو مہینہ میں اقامت کرے، ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اگر شھود کے معنی مشاہدہ کرنا لیں یعنی تم میں سے جو اس مہینہ کا مشاہدہ کرے تو نہ مشاہدہ کرنے والے کا کوئی مصداق ہی نہیں رہتا کیونکہ مشاہدہ تو مہینہ کا ہر

زندہ شخص کرے گا۔ اسی لیے انکے نزدیک آیت کا مطلب ہے :فمن شہد منکم فی الشھر یعنی جو تم میں سے حاضر ہو، حضر میں ہو، اپنے سفر میں غائب نہ ہو۔ لیکن یہ معنی پہلے معنی سے بھی کئی درجہ بڑھکر کمزور ہے یہ نرا تکلف بھی ہے اور خلافِ لغت بھی۔ کیونکہ اس معنی کی رو سے اولا الشھر کو فی الشھر ماننا پڑتا ہے۔ جو اگرچہ نحوی اعتبار سے صحیح ہے مگر پھر اسکے بعد خارج سے ایک لفظ 'المصر' کو محذوف بنانا پڑتا ہے جو حقیقتاً لفظ شھد کا مقتضی نہیں ہے بلکہ پہلے سے ذہن میں قائم کیے ہوئے معنی کی مناسبت سے لایا گیا ہے۔ اس طرح شھد بمعنی حضر پھر حضر بمعنی حضر المصر یعنی اقام فی البلد محض تکلف اور سراسر لغت واستعمال عرب کے خلاف ہے۔ یہ معنی فٹ کرنے کے لئے فمن شھد منکم الشھر (بمعنی حضو المصر فی الشھر) کے فقرہ کو من کان مریضا او علی سفر کا متوازی تصور کیا گیا ہے۔(۴۵) حالانکہ دونوں فقرے ایک دوسرے کے بعینہ مقابل نہیں ہیں۔ دوسرا فقرہ ہے۔ومن کان مریضا او علی سفر (جو مریض یا مسافر ہو) اور پہلا فقرہ جو اسکے مقابل میں فرض کیا جارہا ہے وہ ہے :من حضر المصر (جو مقیم ہو) جبکہ اگر پہلا فقرہ واقعی مقابل و متوازی ہوتا تو اس طرح ہونا چاہیے تھا : من کان منکم صحیحا وشھد االشھر (جو ہم میں سے تندرست اور مقیم ہو) یعنی مریض کے مقابل میں صحیح اور مسافر کے متوازی مقیم۔ یہاں لفظ مریض زیادہ ہے اور وہی پہلے مذکور ہے اسکے جواب میں یہ کہنا کہ چونکہ اس آیت کے ذریعہ مریض و مسافر دونوں کیلئے فعدۃ من ایام اخر کی رخصت کو برقرار رکھنا تھا۔ اسلئے مسافر کیساتھ تبعاً مریض کا ذکر بھی کردیا گیا محض بات بنانا ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ فمن شھد بمعنی مقیم ہونا، میں صحیح تندرست ہونے کا مفہوم کہاں سے داخل ہوگیا۔ مریض کے مقابل میں یہ مفہوم نہیں پیدا کرسکتے کیونکہ وہ خود زائد ہے اور اسکے مقابلہ میں پہلے فقرہ میں کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔ یہ ایک عجیب صورتحال ہے :

دوم یہ کہ صحت اور اقامت انسان کی اصل اور مستقل حالت ہے کسی حکم میں اسکا ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہوتی یہ خود ہی مفہوم ہوتا ہے۔ اسکے برعکس مرض اور سفر کی حالت انسان پر عارض اور طاری ہوتی ہے۔ اسلئے اگر اسکی بنا پر حکم میں رخصت یا استثناء مطلوب ہو تو اس کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات اتنی واضح تھی کہ اس سے پہلے کی آیت صیام میں بھی صحیح اور مقیم کا ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف کتب علیکم الصیام اور اسکے بعد ومن کان منکم مریضا او علی سفر فرمایا گیا۔ یہی انداز بیان نماز کے باب میں بھی ہے۔ مسافر کیلئے قصر کی رخصت دینی تھی تو مسافر کا ذکر ہوا مقیم کا ذکر الگ سے نہیں کیا گیا۔

شھدالشھر بمعنی عاین الشھر

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شھد الشھر بمعنی حضر الشھر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اولاً حضر کا مفعول زمانہ نہیں آتا۔ چنانچہ آیت زیر بحث میں الشھر زمانہ ہونے کی بنا پر بمعنی حضر شھر کا مفعول نہیں

بن سکتا۔ ثانیاً حضر کا مفعول اگر آنا ہے تو اسکا مکان یا شبہ مکان ہونا ضروری ہے جو کہ بمعنی حضر شہد کے ساتھ یہاں مذکور نہیں ہے۔ اس لیے اب ایک ہی معنی باقی رہ جاتا ہے یعنی عاین الشھر۔ لیکن چونکہ شھر کا براہ راست 'معاینہ' نہیں ہو سکتا اس لئے اس معنی کی صحت کے لئے لفظ شھر کو اسکے مجازی معنی ہلال پر محمول کریں (۲۶) جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: فان غمی علیکم الشھر أی الھلال یا 'شھود (۲۷)' اور 'شھر' کی مناسب سے کوئی موزوں لفظ محذوف مانیں (۲۸) جو کہ 'ہلال' ہی ہو سکتا ہے یعنی شھر ھلال الشھر کیونکہ شھر ہلال ہی کے مشاہدہ سے ثابت ہوتا ہے۔ اور ہلال شھر ہی کا ہوتا ہے۔ اسطرح 'ہلال' 'شھر' کا ہم معنی بھی ہے اور اسے ہی محذوف ماننا ثبوت شھر کے معاملہ میں شرعی مقتضی بھی (۲۹)۔ کیونکہ شھود شھر کا معنی کچھ بھی نہیں۔ اسکے شرعی مقصود کے حصول کے لئے ثبوت ہلال بہر حال ضروری ہے یعنی شھد الشھر بثبوتِ الھلال۔

جب شھر ہلال کا ہم معنی ہے تو شھود معاینہ کے ہم معنی ہوا۔ کیونکہ شھود شھر بذریعہ ثبوت ہلال ہے اور ثبوت ھلال بذریعہ معاینہ ہلال ہے۔ ثبوت ہلال بذریعہ معاینہ اس لئے کہ لغت کی رو سے بھی ھلال کہتے ہی اس چاند کو ہیں جو پہلی تاریخ کو قابل معاینہ ہو۔ ھلال کے معنی لغت میں ظاہر ہونے کے ہیں: ھل و استھل الھلال: ای ظھر وتبین (۳۰)

آیۃ الاھلۃ کے مطابق میقات شھر ہلال ہے جس کا خاصہ رویت ہے اور شھود کا ایک معنی معاینہ یعنی رؤیت ہے۔ لہٰذا الفاظ کے اس پس منظر کیساتھ جب قرآن نے شھود اور شھر کو ایک ترکیب میں یکجا کیا تو لفظ شھود نے اپنے ایک معنی معاینہ کے ذریعہ یہاں شھر کی مراد متعین کرنے میں مدد کی اور اس مراد (ھلال) نے شھود کا معنی 'معاینہ' سمجھنے کی تاکید کی۔ پس گویا ھلال شھر کو دیکھنا ہوا۔ اس طرح معنی کی تعین میں جو ترتیب ملحوظ ہے اسکا ماحصل یہ ہے۔ شھد الشھر ای عاین ھلال الشھر بمعنی رائی ھلال الشھر۔

آیت کے عبارۃ النص کی تعیین

یہیں سے سوال ہو جاتا ہے کہ قرآن کیوں محض شھر رمضان کے ذکر پر اکتفا نہیں کرتا اور شھر رمضان (ظرف صوم) کو موجب صوم قرار دینے کے بجائے شھود شھر کو قرار دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا اس ذکر سے مقصود ذریعہ تعیین ظرف (تعیین شھر کے طریقہ) کی طرف خصوصی توجہ دلانا ہے۔ ورنہ اگر صرف روزہ کے ظرف و معیار کی اطلاع دینا مقصود ہوتا محض شھر رمضان کا ذکر کر دینا کافی تھا۔ لفظ شھود کے اضافہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ گویا آیات صیام کے درمیان قرآن اس فقرے شھود شھر کا اضافہ کر کے ثبوت رمضان کے اس ذریعہ کی نشاندھی کرتا ہے جسکا ذریعہ اور پیمانہ شھود یعنی مشاہدہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث شھود کا معنی رؤیت (مصدر) اور شھود کا حقیقی مصداق رؤیت (ذریعہ) ہی کو معین کرتی ہیں کیونکہ "ثبوت رمضان بواسطہ

ھلال" کی ممکن صورتوں میں سے تنہا رؤیت کے ذریعہ ہی میں شھود یعنی مشاہدہ و معاینہ کا مفہوم محقق ہو سکتا ہے۔ اور یہی بتانا اس آیت الشھود کا منطوق ہے۔

یہیں سے یہ اشکال بھی رفع ہو جاتی ہے کہ حج و قربانی کے برعکس صرف روزہ کے معاملہ میں شہر کے بجائے شھود شہر کو بنائے حکم کیوں قرار دیا گیا۔ دراصل اسکی حکمت یہ ہے کہ تنگی وقت کے سبب روزہ کے لئے ثبوت رمضان و شوال کے فیصلہ کی جو عجلت ہوتی ہے اور اسکی وجہ سے امت میں جو افتراق وانتشار کا اندیشہ ہوتا ہے اسکا تدارک کیلئے 'شھود' کی شرط لگائی تاکہ اختلاف و نزاع نہ ہو۔ لیکن اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ حج وغیرہ میں شھود شہر بنائے حکم نہیں ہے یا مشروع نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ یہ شھود روزہ میں بنسبت اور مہینوں کے زیادہ ضروری ہے۔

ایک مزید پہلو یہ ہے کہ یہاں الشھر سے مراد اول الشھر ہے کیونکہ ھلال جو کہ میقات شھر ہے اسکا تعلق اول ماہ سے ہی ہے۔ چنانچہ اول الشھر ۳۰ تاریخ کی شام بھی ہو سکتی ہے اور ۲۹ کی شام بھی۔ لیکن چونکہ ۳۰ کو ثبوت ھلال طبعاً یقینی ہوتا ہے۔ اسلئے شھود شھر بھی ۳۰ کو یقینی ہے۔ اسی لئے اس دن رؤیت ضروری نہیں۔ البتہ چونکہ ۲۹ کو ثبوت ھلال یقینی نہیں بلکہ ممکن الوقوع ہے اسلئے ۲۹ کو شھود شھر کیلئے رؤیت ضروری ہے اسطرح رؤیت کا حکم ۲۹ تاریخ کیلئے خصوصی طور پر ہوگا۔ آیت میں رؤیت کے بجائے شھود کی تعبیر اختیار کی گئی جو کہ زیادہ جامع وسیع اور عام ہے۔

آیت کا مفہوم الشرط

فمن شھد منکم الشھر کا فقرہ چونکہ جملہ شرطیہ ہے اسلئے اسکا مفہوم الشرط یہ ہے کہ جب شھود شھر موجب صوم ہے تو عدم شھود مانع صوم ہے۔ مفہوم الشرط کو جو بات یہاں معتبر بناتی ہے وہ قرآن کا انداز بیان ہے۔ کسی شرط کو بیان کرنے کے تین طریقے ہو سکتے ہیں۔

(۱) خالص شرطیہ جیسے ان شھر ثم الشھر فصوموہ یہ طرز بیان یہ ظاہر کرتا ہے کہ شھود ہو بھی سکتا اور سرے سے نہیں بھی ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ یہ طرز ادا مفید مطلب نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ شھود کو سبب حکم قرار ہی اس بنا پر دیا گیا ہے وہ سب کو یقینی طور پر حاصل ہوگا۔

(۲) ظرفیہ شرطیہ جیسے اذا شھدتم الشھر فصوموہ یہ انداز بیان وقت شھود کی صرف ظرف وسیع حکم کے طور پر پیش کرتا ہے۔

(۳) موصولہ شرطیہ جیسے من شھد الشھر فلیصمہ یہ اسلوب بیان بتاتا ہے کہ شھود سب کو یکبارگی حاصل نہیں ہوگا بلکہ لوگوں کے درمیان شھود مختلف الوقت ہوگا۔ اس فقرہ میں منکم کا اضافہ اس معنی کو مزید مؤکد کرتا ہے۔

کیونکہ منکم یعنی بعضکم دون بعض میں دون بعض کا مصداق عدم شہود بمعنی اختلاف شہود ہی ہو سکتا ہے جو کہ بربنائے اختلاف مطالع ہلال واقع ہونا لازم ہے اس طرز تعبیر میں ظرفیت وسببیت کا مفہوم بھی خود بخود موجود اور شرطیت کا بھی۔

اس نکتہ کی مزید تشریح یہ ہے کہ یہاں صرف من شہر نہیں ہے بلکہ من شہر منکم ہے۔ منکم یعنی بعضکم دون بعض کا مطلب یہ ہے کہ اول رمضان میں تم میں سے کچھ شہود کرینگے اور کچھ شہود سے باقی رہ جائیں گے یہاں باقی کچھ (دون بعض) کے حق میں بالکلیہ عدم شہود فرض نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ شہود شہر پر حکم صیام کی بناء رکھی ہی اس وجہ سے گئی ہے کہ شہود شہر تمام مکلفین کو حاصل ہوگا۔ اس لئے لازماً یہاں یہی معنی ہونگے۔ کہ وہ باقی کچھ (دون بعض) اس دن تو شہود نہیں کریں گے البتہ دوسرے دن ضرور کریں گے۔ جیسا کہ طبیعاتی حقیقت ہے۔ یہاں قرآن نے ایک سادہ اسلوب فاذا شهر ثم الشهر فصوموا کو چھوڑ کر فمن شهر منكم الشهر فليصمه کے ذریعہ فی الحقیقت اسی اختلاف شہود شہر یعنی اختلاف مطالع ہلال کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آیۃ الشہود کا مفہوم الوصف

آیت کا ایک مفہوم الوصف بھی ہے اس لئے یہ جملہ موصولہ وصف کے حکم میں ہوتا ہے جیسے من شهد الشهر بمعنى الذى شهد الشهر بحكم شاهد الشهر ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ جب شاہدین شہر کے لئے روزہ واجب الاداء ہے تو غیر شاہدین شہر کے لئے ممنوع الاداء ہوگا، یعنی جس طرح شہود موجب صوم ہے اسی طرح غیر شہود مانع صوم ہے پس ثبوت رمضان کا جو ذریعہ شہود کا مصداق نہ ہو اور جسکے واسطہ سے آدمی شاہد شہر نہ بن سکے وہ غیر شہود کا ہم معنی ہوگا۔ اور معتبر نہ ہوگا۔ یہاں اس مفہوم مخالف کو جو چیز معتبر بناتی ہے وہ یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی حکم کسی ایسے وصف سے متعلق کیا جائے۔ جو حکم کیلئے شرط لازم (جیسے سبب) کا درجہ رکھتا ہو تو لازمی طور پر عدم وصف نفی اداء حکم کو مستلزم ہوتا ہے۔ (۳۱) یہاں وصف شہود کی حیثیت علماء کے نزدیک یہی ہے سبب کی۔ (۳۲) اسطرح آیت الشہود کے تینوں مطالب یعنی عبارۃ النص مفہوم الشرط اور مفہوم الوصف میں رؤیت بالترتیب شہود کا بدل قرار پاتا ہے یعنی موجب صوم رؤیت مانع صوم ہے نیز غیر رؤیت موجب صوم نہیں ہے۔ نیز جیسا کہ آگے واضح ہوگا احادیث رؤیت کا اصل زور آیت کے اسی مفہوم الوصف پر ہے یعنی یہ کہ غیر شہود موجب صوم نہیں ہے۔ شہود شہر کا ذریعہ صرف رؤیت کا طریقہ ہے حساب وغیرہ نہیں۔

پانچ جامع احادیث رؤیت۔

آیات صیام کی اس تشریح کی روشنی میں باب رؤیت کی چند جامع اور بنیادی احادیث و آثار کا تجزیہ حسب ذیل ہے

(۱) عن عبدالرحمان بن زيد بن الخطاب ،ان رسول الله ﷺ قال صوموا الرؤيته

وافطروالرؤیته وانسکوا لها(۳۳) ، فإن غم علیکم فأکملوا ثلاثین ، وان شهد شاهدان فصوموا و أفطروا (نسائی صیام ار ۳۰۱) یعنی روزہ و عید نیز قربانی چاند دیکھ کر ہی کرو اگر ابر و غبار ہو تو ۳۰ مکمل کرو۔ لیکن اگر دو آدمی رؤیت کی شہادت دیں تو انہی کے مطابق روزہ و عید کرو۔

(۲) عن عبدالله بن عمر بن الخطاب ، قال رسول الله ﷺ ان الله جعل الاهلة مواقیت ، فإذا رایتموه فصوموا واذا رأتیموه فافطروا، فإن غم علیکم فاقد رواله، أتموه ثلاثین (حاکم، بیہقی)احمد ۴۔ ۲۳) یعنی اللہ تعالیٰ نے ھلال کو میقات قرار دیا ہے لہذا اسے دیکھ کر ہی روزہ شروع کرو اور اسے دیکھ کر ہی ختم کرو۔ اگر مطلع ناصاف ہو تو اس کا اندازہ کر کے تیس پورا کرلو۔

(۳) عن ابن عمرؓ قال النبی ﷺ : إنا أمة امیة ، لا نکتب ولا نحسب ، الشهر هکذا و هکذا و هکذا۔ وعقد الابهام فی الثالثه۔ ثم قال : الشهر هکذا وهکذا وهکذا۔ یعنی تمام الثلاثین، یعنی مرة تعسا و عشرین و مرة ثلاثین (بخاری (صوم) ار ۲۵۶، مسلم (صیام) ار ۳۴۷، ابوداؤد (صوم)، نسائی صیام ۱۷، احمد ۲ر ۴۳، ۵۳) یعنی ہم ایک ان پڑھ قوم ہیں، حساب کتاب نہیں کرتے ہیں سادہ طریقہ یہ سمجھ کر مہینہ کبھی ۲۹ اور کبھی ۳۰ کا ہوتا ہے۔

(۴) عن ابی هریرةؓ، قال رسول الله ﷺ الشهر یکون تسعة وعشرون ویکون ثلاثین، فاذا رأیتموه فصوموا واذا رأتیموه فأفطروا، فان غم علیکم فاکملوا العدة (نسائی صیام ۱۷۔ ابو داؤد صوم ۴، ۷) یعنی مہینہ بھی ۲۹ اور کبھی ۳۰ کا ہوتا ہے(۳۴)۔ لہذا چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھ کر ختم کرو۔ اگر مطلع آلودہ ہو تو تعداد پوری کرلو۔

(۵) عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثة إلی معاویة بالشام ، قال مقدمت الشام ، فقضیت حاجتها واستهل علی هلال رمضان وانا بالشام ، فرأینا الهلال لیلة الجمعة ، ثم قدمت المدینه فی آخر الشهر فسألنی عبدالله بن عباس ، ثم ذکر الهلال فقال : متی رأیتم؟ فقلت : رأیناه لیلة الجمعة ۔ فقال : انت رائیة؟ فقلت: نعم ورآه الناس وصاموا وصام معاویة ، فقال :لکنا رأینا ہ لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین أو نراه فقلت ألا تکتفی بروية معاویه وصیامه ؟ فقال لا هکذا أمرنا رسول الله ﷺ (مسلم صیام ۲۸۔ ابو داؤد صوم ۹۔ ترمذی صوم ۹۔ نسائی صیام ۷۔ احمد ار ۳۰۶)

ترجمہ : حضرت کریب کا بیان ہے کہ ام الفضل بنت حارث نے انہیں حضرت معاویہؓ کے پاس اپنے کسی کام سے شام بھیجا۔ وہ کہتے ہیں ہ میں شام پہنچا اور انکا کام پورا کیا میں شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نکل آیا۔ ہم نے جمعہ کی

شب میں دیکھا۔ پھر مہینہ کے اخیر میں مدینہ واپس آ گیا۔ تو عبداللہ بن عباس نے خیر خیریت کے بعد چاند کے بارے میں پوچھا کہ تم لوگوں نے کب دیکھا تھا۔ میں نے کہا ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا اور معاویہ نے بھی۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ ہم نے تو ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا ہے اور ہم لوگ روزہ رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تیس ہو جائیں یا چاند نظر آ جائے۔ میں نے سوال کیا کہ کیا آپکے نزدیک معاویہ کی رؤیت اور انکا روزہ رکھنا کافی نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، ہمیں رسول اللہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔

(۱) پہلی حدیث۔ حدیث رؤیت۔ کا اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ شہود شہر کا طریقہ اور اسکا ضابطہ کیا ہے اور یہ بات آیۃ الاہلۃ کی روشنی میں بتائی گئی ہے (۳۵) یعنی یہ کہ توقیت شہر کا ذریعہ ہلال ہے اور ثبوت ہلال کا وسیلہ صرف رؤیت ہے۔ اس طرح رؤیت ہلال ہی گویا (۳۶) شہود شہر ہے جو کہ علماء کے نزدیک حکم صوم کا سبب ہے اس حدیث میں رؤیت کے تینوں ضابطوں (۳۷) یعنی رؤیت شہادت اور اکمال عدہ کا بیان موجود ہے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رؤیت کا یہ طریقہ و ضابطہ یکساں طور پر تمام عبادات یعنی روزہ و عید اور قربانی سب کے لئے مشروع ہے۔

(۲) دوسری حدیث۔ حدیث اہلہ۔ یہ بتاتی ہے کہ رؤیت کا حکم دراصل آیت اہلہ :یسلونك عن الا هلة ، قل هی مواقیت للناس والحج سے ماخوذ ہے اور حکم رؤیت کی غایت توقیت شہر ہے۔ اس آیت سے بیک وقت ۴ باتوں کی وضاحت ہوتی ہے۔

(۱) هی مواقیت : ہلال کی حیثیت میقات شہر کی ہے اور اسکی یہ حیثیت مطلق ہر مقام کے لئے ہے۔

(۲) الأهلة مواقيت (بصورت جمع) : یہ گویا الھلال میقات، الھلال میقات، الھلال میقات سال میں بارہ مرتبہ کا اختصار ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر ہلال (یعنی ۱۲ ہلال) بارہوں مہینے کیلئے ہونگے۔

(۳) للناس : یہ ہلال براہ راست تمام لوگوں کے لئے میقات ہے یعنی ہلال کا وصف میقائیت 'عامۃ الناس' کے اعتبار سے ہے۔ صرف کچھ مخصوص لوگوں کے لحاظ سے نہیں ہے۔

(۴) والحج (یعنی الھلال میقات للحج) : حج کا خصوصی ذکر بطور مثال ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح حج کے لئے عالمی نوعیت کی عبادت ہونے کے باوجود۔ باجماع مسلمین مقام حج کا ہلال ہی میقات ہے اسی طرح ہر عبادت کے لئے 'مقام عبادت' ہی کا ہلال 'میقات شہر' ہے۔

ان چاروں نکات، نکات کا ماحصل یہ ہے کہ ہلال کو ہر مہینہ، تمام لوگوں کیلئے، حج کی طرح، میقات ہونا چاہیے۔

ہلال تمام لوگوں کے لئے حقیقی معنی میں میقات اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ متعلق لوگوں کا ہو جیسے حج میں مقام حج میں مقام حج کا ہلال میقات ہوتا ہے۔ چنانچہ جب مکہ مکرمہ میں حج کی ادائیگی کے لئے ہلال مکہ ہی

میقات ہو سکتا ہے تو قیاس کا تقاضا ہے کہ مکہ میں روزہ کے لئے بھی ہلال مکہ ہی میقات ہو اور یہی اصول ہر مقام عبادت کے لئے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلع غیر کا ہلال میقات شہر نہیں بن سکتا اور بلا غیر یعنی مطلع غیر کی رؤیت موجب عبادت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ بات ہلال کے صفت کے میقاتیت کیخلاف ہے۔ یہیں سے شروع میں اختلاف مطالع کا اعتبار بھی ثابت ہو جاتا ہے اس لئے کہ اختلاف ھلال کا اعتبار اختلاف مطالع کے اعتبار کو مستلزم ہے۔

(۳) تیسری حدیث۔ حدیث امیت۔ میں انا امة امية لا نكتب ولا نحسب کا ارشاد دراصل آیت یسر یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر سے ماخوذ ہے جو کہ آیات صیام کے عین وسط میں خصوصی طور پر مذکور ہوئی ہے اور جو اس امت کے لئے قانون سازی کے بلب میں اسلام کا بنیادی تشریعی خراج ہے۔ یہ حدیث ہمیں باخبر کرتی ہے کہ رؤیت کو ثبوت ھلال کا واحد طریقہ قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ یہی طریقہ سب سے زیادہ سہل اور سادہ ہے چنانچہ احادیث رؤیت کا تمام تر زور اسی واحد طریقہ کے اثبات پر ہے اور چونکہ یہی وہ دروازہ تھا جہاں سے دین میں عسر اور اصر کے در آنے کا اندیشہ تھا اس لئے یہ احادیث رؤیت کے سوا دیگر تمام ذرائع ثبوت ہلال کو یکسر مسترد کرتی ہیں۔ ربنا ولا تحمل علينا اصراً (البقرہ ۲: ۲۸۶) حقیقت یہ ہے کہ تعین ماہ کے لئے طلوع قمر اور حساب کے بجائے رؤیت وواحد ذریعہ قرار دینا اور متعلقہ تمام ذیلی احکام۔ شہادت و اکمال عدہ وغیرہ سب کے سب اسی اصل شریعت یعنی یسر اور فطریت پر مبنی ہیں۔

(۴) چوتھی حدیث : حدیث تسعۃ وعشرین۔ طلوع ہلال سے متعلق ایک طبعی حقیقت کے حوالہ سے اس سوال پر روشنی ڈالتی ہے کہ رؤیت کے وجوب کے علت غائی کیا ہے اور اس وجوب کا تعلق عملاً کس تاریخ سے ہے۔ ہلالی میقات میں چونکہ ھلال ۲۹ سے پہلے کبھی طلوع نہیں ہوتا، کبھی کبھی ۲۹ کو طلوع ہوتا ہے اور ۲۹ کو طلوع نہ ہو تو ۳۰ کو لازماً طلوع ہو جاتا ہے۔ اسلئے ۲۹ کو یہ جاننا ضروری ہوا کہ ہلال طلوع ہوا یا نہیں۔ اسی لئے ۲۹ کو رؤیت واجب قرار پائی اور ۳۰ کو محض مشروع، کیونکہ ۳۰ کو اس کا طلوع ہونا طبعاً و عادتاً یقینی ہوتا ہے۔

(۵) یہ پانچویں حدیث ایک اثرِ صحابی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کے لئے شام جیسے دور دراز مقام کی رؤیت صوم و افطار کیلئے بنائے حکم نہیں ہو سکتی۔ یہ دراصل مذکورہ احادیث کی روشنی میں صحابی فقیہ حضرت ابن عباس کا فہم ہے جسکے حق میں انہوں نے کوئی متعین حدیث تو پیش نہیں فرمائی مگر اس فہم کی نسبت صراحتاً آپ ہی کی طرف کی ہے۔ هكذا امرنا رسول الله ﷺ (رسول اللہ ؐ نے ہمیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے) (۳۸) اور هكذا کا اشارہ جیسا کہ خود انکے قول رائنا ليلة السبت ولا نزال نصوم حتی نكمل ثلاثين او نراه، سے واضح ہے کہ حدیث رؤیت ہے۔ یہ اثر اختلاف مطالع کے اعتبار کے حق میں صراحت اور عبادت کا

درجہ رکھتا ہے کیونکہ اس روایت کا شان ورود ہی یہ بتاتا ہے کہ ابن عباسؓ نے شام کی رؤیت کو مدینہ میں عمل کے لئے قبول نہیں کیا۔ گویاان کے نزدیک شام کی رویت اہل شام کے لئے اور مدینہ کیلئے جس کی تقیط بعض فقہاء نے ان الفاظ میں کی ہے۔ لا هل کل بلد رؤیتهم یعنی لاهل مطلع رؤیتهم (۳۹) (ہر اھل مطالع کے لئے انکی اپنی رؤیت ہے)

<u>خلاصہ بحث</u> مطلع غیر کی رؤیت مندرجہ ذیل تین وجوہ سے موجب صوم نہیں بن سکتی۔

اول : 'آیت شھود' کا مفہوم الشرط یعنی یہ کہ عدم شھود مانع صوم ہے۔ ظاہر ہے کہ شھود کا یہ عدم بالکلیہ نہیں ہے بلکہ اختلاف شھود کی شکل میں ہے یعنی مطلع اول میں مشھود مطلع ثانی کے لئے عدم شھود ہے۔ آیۃ الشھود میں منکم کے دون بعض کا مصداق یہی مطلع ثانی ہے جہاں مطلع اول والے دن شھود ورؤیت وطلوع ھلال ممکن نہیں۔

دوم : آیۃ الاھلۃ کی رو سے : مطلع غیر کی رؤیت میقات للناس نہیں بن سکتی، کیونکہ وہ صرف مطلع اول کے ناس کے لئے میقات بنا۔ مطلع ثانی کے ناس کے لئے نہیں بنا۔ والحج یعنی ھلال کو حج کی طرح تمام عبادات میں میقات بننا چاہیے۔ یعنی مقام عبادت پر ہلال میقات بنے۔ مطلع اول کی رؤیت مطلع ثانی میں مقام عبادات کی رؤیت نہیں ہوئی۔

سوم : حدیث رؤیت کا اقتضاء النص یہ ہے کہ رؤیت سے مراد مقام عبادت ہی کی رؤیت ہو، ورنہ مطلع ثانی میں سبب صوم رویت نہیں رہ پائے گا جو کہ حدیث کے عبارۃ النص کے مطابق ضروری ہے اور یہ معنی صحابی فقیہ ابن عباس کے فہم ومذھب سے موید (supported) ہے۔ اس نکتہ سوم کی توضیح یہ ہے کہ ہر مطلع (دونوں مطالع) کی اپنی طبعی رؤیت ہے جو کہ ایک تکوینی حقیقت ہے اور شرع میں اسی طبعی رؤیت کو سبب صوم قرار دیا گیا ہے۔ لہذا ہر مطلع کے لئے اسکی اپنی طبعی رویت ہی سبب صوم ہے۔ اگر مطلع غیر کی روئیت قبول کرلیجائے تو مطلع ثانی میں رؤیت سبب صوم نہیں بن پاتی بلکہ دوسرے مطلع میں رؤیت کا وقوعہ سبب صوم بن جاتی ہے۔ اسی لئے رؤیت کو فی الواقع سبب صوم بنانے کیلئے ضروری ہے کہ مطلع غیر کی رؤیت قبول نہ کی جائے۔

عدم اعتبار کے حق میں استدلال

آیۃ الشھود اور آیۃ الاھلۃ کی روشنی میں حدیث رؤیت کی تشریح سے زیر بحث سوال کا قطعی جواب حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ مطلع غیر کی رؤیت موجب صوم نہیں ہے اور رؤیت کے معاملہ میں مطالع طبعی اختلاف کا یقینی طور پر اعتبار ہوگا۔ لیکن بعض حضرات نے اسی حدیث رؤیت سے اسکے برعکس مفہوم اخذ کر لیا ہے۔ امام ابو بکر جصاص رازی کا استدلال یہ ہے: ان قوله : صوموالرئوية وافطروا لرئوية عام فی اهل سائر الافاق وانه غير مخصوص باهل بلد دون غير هم واذا كان كذالك فمن حيث

وجب اعتبار رؤیۃ اھل بلد فی الصوم والافطار وجب اعتبار غیر ھم ایضا ۔(۴۰)

یعنی حضور کا یہ فرمان کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، تمام آفاق والوں کے لئے عام ہے ایسا نہیں ہے کہ ایک بلد کو چھوڑ کر دوسرے بلد کے ساتھ مخصوص ہو۔ پس جب صورتحال یہ ہے تو اس پہلو سے کہ جب روزہ افطار کے لئے ایک اہل بلد کی رؤیت اعتبار واجب ہے تو دوسرے اہل بلد کی رؤیت کا اعتبار بھی واجب ہوگا۔(۴۱)

صغریٰ کبریٰ اور نتیجہ امام صاحب نے اپنے استدلال کو بظاہر قیاس منطقی کی صورت میں ترتیب دیا ہے جو تین قضیوں پر مشتمل ہوتا ہے یعنی دو مقدمات اور ایک نتیجہ۔ مگر حقیقتاً یہ قیاس منطقی نہیں ہے بلکہ دو بیانات کو معطوف علیہ اور معطوف کی صورت میں جوڑا گیا ہے اور وہ بھی صحیح نہیں ہے۔

استدلال یہ ہے کہ : روزہ رکھنے کیلئے رؤیت کے حکم میں عموم ہے اور ایک بلد کی رؤیت کے اعتبار میں وجوب ہے، لہٰذا ایک بلد کی رؤیت کے اعتبار کے وجوب میں عموم ہے۔ آیئے اسے قیاس منطقی کے قاعدے پر جانچیں۔

(الف) سب سے پہلے نتیجہ کو لیں جو یہ ہے :

ایک بلد کی رؤیت کے اعتبار کا وجوب	بلد غیر کو عام ہے۔
مبتدا	خبر

اس نتیجہ میں ایک بلد کی رؤیت کا وجوب اعتبار مبتدا ہے لہٰذا یہ 'حدِ اصغر' ہے اور بلد غیر کو عام ہوگا، خبر ہے لہٰذا یہ 'حد اکبر' ہے۔

(ب) پہلا مقام یہ ہے :

روزہ رکھنے کے لئے رؤیت کرنے کا حکم	عام ہے
مبتدا	خبر

اس مقدمہ میں 'خبر' وہی ہے جو نتیجہ میں خبر ہے۔ لہٰذا یہ مقدمہ کبریٰ ہے ۔

(ج) دوسرا مقدمہ یہ ہے :

ایک بلد کی رؤیت کا اعتبار	واجب ہے
مبتدا	خبر

اس مقدمے میں 'مبتدا' وہ نہیں ہے جو نتیجہ میں مبتدا ہے اس مقدمہ کا مبتدا ہے۔ 'رؤیت کا اعتبار' اور نتیجہ کا مبتدا ہے۔ رؤیت کے اعتبار کا وجوب۔ چونکہ دونوں یکساں نہیں ہیں اس لئے یہ مقدمہ جو بظاہر مقدمہ صغریٰ ہے باطل ہے۔

(د) حد اوسط جس پر قیاس منطقی میں نتیجہ منحصر ہوتا ہے اور دونوں مقدمات کو مربوط کرتا اور منتج بناتا ہے اسے صغریٰ کی خبر اور کبریٰ کا مبتدا ہونا چاہیے۔ اس استدلال میں صغریٰ کی خبر ہے :واجب ہونا اور کبریٰ کا مبتدا ہے۔

رؤیت کا حکم۔ یہ دونوں بالکل دو متفرق باتیں ہیں۔ گویا صغریٰ اور کبریٰ کوئی حد اوسط ہے ہی نہیں جو دونوں قضیوں کو باہم مربوط اور منتج کرے اسی لئے یہ استدلال سرے سے قیاس منطقی ہے ہی نہیں۔

معطوف علیہ معطوف اور نتیجہ

فی الواقع اس استدلال کے دونوں مقدمات میں بجائے تین حدود کے ۴ حد موجود ہیں اور یہ اصلاً معطوف علیہ اور معطوف کی صورت میں دو باہم غیر متعلق بیانات ہیں۔ پہلا بیان ہے

(الف) روزہ رکھنے کے لئے رؤیت کرنے کا حکم (ب) عام ہے

دوسرا بیان ہے:

(الف) روزہ رکھنے کے لئے رؤیت کا اعتبار (ب) واجب ہے

لہٰذا نتیجہ یہ ہے کہ: روزہ رکھنے کے لئے رؤیت کا اعتبار واجب ہے اور عام ہے۔

اسے ذرا مختصر کرلیں یعنی یہ کہ: حکم رؤیت عام ہے اور اعتبار رؤیت واجب ہے لہٰذا اعتبار رؤیت واجب ہے اور عام ہے۔ اس استدلال میں (اصل خامی یہ ہے کہ حکم رؤیت اور اعتبار رؤیت دونوں کو باہم ہم معنی باور کرلیا گیا ہے اور دونوں خبر کو ایک دوسرے کی خبر بنادیا گیا ہے۔ حالانکہ جو چیز عام ہے وہ حکم رؤیت ہے اور جو چیز واجب ہے وہ اعتبار کی رؤیت ہے اور دونوں جیسا کہ واضح ہے دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ اگر بیانات یوں ہوتے کہ رؤیت کا اعتبار عام ہے اور رؤیت کا اعتبار واجب ہے۔ تب یہ نتیجہ ضرور نکلتا کہ رؤیت کا اعتبار واجب ہے اور عام ہے یعنی ایک بلد کی رؤیت کے اعتبار کا وجوب دوسرے بلد کے لئے بھی عام ہوتا۔ مگر پیش کردہ دونوں بیانات میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے جو انہیں ایک دوسرے سے جوڑے۔ دونوں کے مبتدا اور خبر ایکدوسرے سے بالکل الگ ہیں انہیں باہم مربوط کیا ہی نہیں جاسکتا کہ کوئی نتیجہ حاصل ہو اور حقیقت یہ ہے کہ یہ استدلال ایک کھلا ہوا دھوکہ اور محض ایک سفسطہ ہے (۴۳)

(......... جاری ہے)

☆ ایک عظیم خوشخبری ☆

زر عالم اسلامی کیسٹ ہاوس اکوڑہ خٹک میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی بخاری شریف کتاب المغازی کے دروس شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدنی مدظلہ کے شمائل ترمذی پر دروس اور مکمل ترجمہ و تفسیر قرآن پاک اسی طرح مولانا قاضی فضل اللہ صاحب مدظلہ کا مکمل ترجمہ و تفسیر قرآن شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ کے ترجمہ قرآن پاک کے مکمل سیٹ دستیاب ہیں۔ علاوہ ازیں دارالعلوم حقانیہ کے جلسہ دستاربندی اور دارالعلوم حقانیہ کے دیگر اساتذہ و شیوخ کی تقاریر و دروس اور علماء دیوبند کی نایاب تقریریں اور پشتو، عربی، فارسی اور اردو کی بہترین نعتوں اور نظموں کی کیسٹیں ہمارے ہاں دستیاب ہیں۔

رابطہ: زر عالم اسلامی کیسٹ ہاؤس بالمقابل جی ٹی روڈ حقانی چوک مہاجر بازار اکوڑہ خٹک، نوشہرہ